THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی کے اثرات: جدید دور کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

The Consequences of Neglecting the Reverence for the Symbols of Allah: An Analytical Study in the Context of the Modern Era

1. Hafiz Abdul Quddoos

Lecturer, Department of Arabic and Islamic studies, The University of Lahore (UOL), Lahore, Pakistan.

Email: abdul.quddoos@ais.uol.edu.pk

Abstract

In Islamic civilization and culture, Sha'ā'ir Allāh (the Symbols of Allah) hold a central and sacred position. These are the signs, rituals, and holy sites that manifest the majesty of Allah Almighty and the greatness of the religion of Islam. The Qur'an declares: "And whoever honors the Symbols of Allah, indeed it is from the piety of hearts" (Al-Ḥajj: 32).This paper presents an analytical study of the intellectual, moral, social, and cultural consequences of neglecting the reverence due to Sha'ā'ir Allāh. In the contemporary age—where religious values are being challenged through various forms of media, artistic expression, and social behavior—the desecration and mockery of Islamic symbols have emerged in new and subtle forms. Examples include the ridicule of religious rituals, the commercial or entertainment-based use of sacred symbols and sites, and the association of religious observances with narratives of "extremism."The study reveals that such attitudes not only weaken faith and religious sensitivity but also erode the collective identity and spiritual unity of the Muslim Ummah. Against this backdrop, it becomes imperative for the global Muslim community to take serious intellectual, educational, and practical measures to safeguard the sanctity of Sha'ā'ir Allāh.The paper recommends that academic institutions, religious leadership, and media organizations collaborate to develop modern and effective strategies to promote reverence for Islamic symbols. Through such initiatives, the revival of faith, morality, and spiritual dignity can be achieved within the Muslim Ummah.

Keywords: *Sha'ā'ir Allāh, reverence, contemporary challenges, Islamic values, religious sensitivity, intellectual awakening, collective identity.*

شعائرِ اللہ کا مفہوم اور ان کی اقسام

شَعَائِر عربی لفظ "**شَعِيرَة** "کی جمع ہے، جو "شَعَرَ " سے بنا ہے، اور اس کے اصل معنی ہیں: **الإِعْلَامُ وَالإِظْهَارُ** یعنی: کسی چیز کا واضح نشان یا علامت بنانا۔ جیسے کہ مینار مسجد کی علامت ہے، بہتا ہوا کثیر مقدار میں پانی دریا کی علامت ہے، ستارے آسمان کی علامت ہیں۔ اہل لغت کے ہاں اس کی تفصیل یہ ہے کہ **الشَّعِيرَةُ: العَلامَةُ، والشَّعَائِرُ ای مَعَالِمُ الدِّينِ:** "شعیرہ" علامت کو کہتے ہیں، اور "شعائر" دین کی نشانیوں اور علامتوں کو کہا جاتا ہے۔[1] مزید اس کی وضاحت میں کہا گیا: **الشَّعَائِرُ: أَعْلَامُ النُّسُكِ** ، یعنی شعائر سے مراد قربانی اور عبادت سے متعلق وہ نشانیاں ہیں جو دین کی پہچان ہوں۔ علامہ راغب اصفہانیؒ نے "شعائر " کی نہایت دقیق اور جامع تعریف پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: **الشَّعَائِرُ: مَعَالِمُ الدِّينِ الظَّاهِرَةُ**، یعنی شعائر وہ نمایاں اور ظاہری علامات ہیں جن کے ذریعے دین کی پہچان ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "شعائر " سے مراد وہ تمام علامات، نشانات اور ظاہری مظاہر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین، اس کی عبادت اور بندگی کے نظام کی

[1] ابن منظور، *لسان العرب*، مادہ: "شعر"، دار صادر، بیروت، ج 4، ص 437

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

شناخت بن کر ابھرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، یہ وہ امور ہیں جن کے ذریعے اللہ کی توحید، اس کی اطاعت اور شریعتِ الٰہیہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

شعائر اللہ کا اصطلاحی مفہوم

سابقہ لغوی توضیحات کی روشنی میں اگر "شعائرُ اللہ "کا اصطلاحی مفہوم اخذ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں شعائرُ اللہ سے مراد وہ تمام امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت، اطاعت اور دین کی علامت قرار دیا ہے، اور جن کی تعظیم و توقیر ایمان کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ یہ وہ نشانیاں ہیں جن کے ذریعے بندہ اپنے ربّ کی بندگی اور اس کے دین سے وابستگی کا اظہار کرتا ہے۔ ان ہی میں کعبۃ اللہ، صفا و مروہ، مساجد، قربانی کے جانور اور دیگر تمام عبادت کے مظاہر شامل ہیں، جو دین کی شناخت اور شعورِ بندگی کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ قرآنِ مجید نے خود ان شعائر کی تعظیم کو تقویٰ القلوب سے وابستہ قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ[2]، اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔ مفسرینِ کرام نے اس آیتِ مبارکہ میں مذکور "شعائرُ اللہ " کے مفہوم پر تفصیلی لکھا ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا: شَعَائِرَ اللَّهِ أَيْ مَعَالِمُ دِينِهِ [3] یعنی شعائرُ اللہ سے مراد اللہ کے دین کی وہ نشانیاں اور علامتیں ہیں جن سے اس کی عبادت اور شریعت کی پہچان ہوتی ہے۔ اسی مفہوم کی تائید دیگر مفسرینِ کرام نے بھی کی ہے، چنانچہ امام قرطبیؒ، امام فخر الدین رازیؒ، اور امام بغویؒ نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ "شعائرُ اللہ "میں ان تمام دینی علامتوں کا احاطہ ہوتا ہے جو بندگی، قربتِ الٰہی اور اطاعتِ ربّانی کی یاد دلاتی ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا تمام لغوی و اصطلاحی بحث کو سامنے رکھتے ہوئے "شعائرُ اللہ "کی جامع تعریف اس طرح متعین کی جا سکتی ہے: "شعائرُ اللہ سے مراد وہ تمام ظاہری و باطنی علامات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت، اطاعت اور دین کی نشانی قرار دیا ہے، اور جن کی تعظیم ایمان کا تقاضا جبکہ ان کی اہانت نفاق و بے دینی کی علامت ہے۔"

شعائر اللہ کی توضیح میں قرآن کی ایک آیت

شعائرُ اللہ کے مفہوم کی مزید وضاحت قرآنِ مجید کی اس آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا: اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کو حلال نہ ٹھہراؤ، نہ حرمت والے مہینے کو، نہ قربانی کے جانور کو، نہ ان کے گلے کے ہاروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت اللہ کا قصد کرتے ہیں اور اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔[4] یہ آیت نہایت وضاحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شعائر اللہ میں وہ تمام مظاہرِ دین شامل ہیں جو عبادتِ ربّانی، حرمتِ دین اور شعورِ اطاعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تنبیہ فرمائی کہ وہ ان نشانیوں کی بے ادبی یا توہین کا کوئی راستہ نہ اپنائیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک عبادت اور تقویٰ کا مظہر ہے۔ تفسیر ابن کثیرؒ میں اس آیت کی شانِ نزول کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت صلحِ حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی، جب قریش کے بعض مشرکین حج یا عمرہ کے ارادے سے بیت اللہ کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پہلے جنگ کی،

---

[2] Surah al-Hajj, 22:32
[3] Ibn Kathir. (1999). Tafsir al-Qur'an al-'Azim (Vol. 5, p. 415). Riyadh: Dar Taybah. "Sha'a'ir Allah, i.e., the symbols and landmarks of His religion.
[4] Qur'an, 5:2

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

لہٰذا انہیں روکا جائے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے یہ واضح فرمایا کہ عبادت کے ارادے سے آنے والوں، قربانی کے جانوروں، اور دینی شعائر کے احترام میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے الفاظ لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰہِ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مقرر کردہ ان تمام احکام، علامتوں اور نشانیوں کی حرمت کو پامال نہ کرو جو عبادت اور طاعت کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔

قربانی کے جانور (الہدی)، ان کے ہار (القلائد) جو امن کی علامت تھے، حرمت والے مہینے (الشھر الحرام)، اور بیت اللہ کی زیارت کے لیے آنے والے حجاج مراد ہیں۔ اس طرح قرآنِ کریم نے ایک جامع اصول بیان فرمایا کہ دین کے ظاہری و باطنی تمام شعائر خواہ وہ عبادات ہوں، مقاماتِ مقدسہ ہوں یا علاماتِ طاعت سب کی حرمت و عظمت ایمان کا حصہ ہے۔ شعائر اللہ کی تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی عظمت کے اعتراف، بندگی کے شعور اور تقویٰ القلوب کے اظہار کا نام ہے، اور یہی وہ روح ہے جو امتِ مسلمہ کے اجتماعی نظامِ عبادت کو ایک دینی وحدت میں پروتی ہے۔ تفسیرِ ابنِ کثیرؒ کے مطابق، سورۃ المائدہ کی یہ آیت اُس دور میں نازل ہوئی جب صلحِ حدیبیہ کے واقعات رونما ہو چکے تھے۔ حدیبیہ کے معاہدے کے بعد قریش کے بعض مشرکین نے بیت اللہ کی زیارت یا عمرہ و حج کی نیت سے مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ ان کے اس اقدام پر بعض مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ یہ وہی مشرکین ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں لڑیں اور انہیں مکہ سے نکالا، اس لیے ان کے ساتھ سختی کی جائے اور انہیں روکا جائے۔ ایسے حساس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو ادبِ شعائر اور احترامِ عبادت گاہوں کا درس دیتے ہوئے فرمایا: لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللّٰہِ " اللہ کی مقرر کردہ نشانیوں، عبادات یا ان سے متعلق امور میں زیادتی، بے ادبی یا رکاوٹ پیدا نہ کرو۔ یہ ہدایت اخلاقی اور تاریخی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ اسلام نے شعائرِ دین کے احترام کو محض مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اُن غیر مسلموں کے ساتھ بھی احترام و رواداری کا معاملہ لازم قرار دیا جو اللہ کے گھر کی حرمت کو تسلیم کرتے ہوئے عبادت کی نیت سے آتے ہیں۔

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: نزلت الآیۃ تأدیباً للمؤمنین أن لا یتعرضوا لمن یقصد بیت اللہ وإن کانوا مشرکین مادامو الم یقاتلوکم، یعنی یہ آیت مؤمنین کو ادب سکھانے کے لیے نازل ہوئی کہ جو لوگ بیت اللہ کا قصد کریں، خواہ وہ مشرک ہوں، جب تک وہ تم سے جنگ نہ کریں، تم ان پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔" لہٰذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے دینی شعائر کو امن، احترام اور انسانیت کے اصولوں سے جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ شعائرِ دین کی حرمت صرف اہلِ ایمان تک محدود نہیں، بلکہ وہ ہر اس انسان کے لیے محترم ہیں جو عبادتِ الٰہی کی نیت رکھتا ہو، خواہ وہ دینِ حق پر مکمل طور پر فائز نہ بھی ہو۔ اسی طرح یہ آیت اسلامی معاشرت میں بردباری، تحمل، اور مذہبی شعائر کے تقدس کے ابدی اصول کو اجاگر کرتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی غیر مسلم بھی اللہ کے گھر یا کسی مقدس مقام کی حرمت کا لحاظ کرے، تو مسلمان کو اس احترام کا جواب مزید ادب و وقار سے دینا چاہیے۔[5]

شعائر اللہ کی تعظیم اور دشمن پر فتح

[5] Ibn Kathir، *Tafsir al-Qur'an al-'Azim* (Vol. 3, p. 9). Riyadh: Dar Taybah، (1999).

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اگر تاریخی نتائج کی بات کی جائے تو شعائرُ اللہ کی حرمت کا دائرہ زمانی و مکانی حدود سے ماوراہے۔ ان کی تعظیم ایمان کی علامت، اور ان کی بے ادبی روحِ دین سے انحراف کی علامت ہے۔ یہ اصول ایسا ہے جس نے اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کیا ہے کہ جہاں باقی اقوام نے مذہبی نشانات کو قومیت کے ساتھ جوڑا، وہیں اسلام نے انہیں تقویٰ القلوب اور ادبِ بندگی سے وابستہ کر دیا۔ اسی مفہوم کی عملی تفسیر ہمیں سیرتِ طیبہ میں نہایت جلالت اور رحمت کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اگر ہم رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے شعائر اللہ کی تعظیم کے عملی مظاہر پیش فرمائے، یہاں تک کہ دشمنانِ دین کے ساتھ بھی عدل و حرمت کے اصولوں کو پامال نہ ہونے دیا۔ سیرت نگاروں نے بالخصوص الرحیق المختوم میں ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکۃ المکرمہ کے مشرکین کو بھی حرمِ مکہ میں پناہ دی اور ان کی پناہ کو تسلیم فرمایا، اگرچہ وہ شرک پر قائم تھے۔ اس اقدام میں رسولِ اکرم ﷺ کی جانب سے شعائرِ اللہ کی حرمت اور بیت اللہ کی تقدیس کا بے مثال عملی اظہار موجود ہے۔ آپ ﷺ نے اس حرم کی حرمت کو دشمنی یا انتقام کی بنیاد پر پامال نہیں ہونے دیا، بلکہ اس کے احترام کو برتر دینی اصول کے طور پر برقرار رکھا۔ چناچہ دنیا نے یہ دیکھا کہ فتحِ مکہ کے موقع پر، جب آپ ﷺ کو کامل اقتدار حاصل ہو گیا اور وہ تمام ظالم و معاند کفار، جنہوں نے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر ظلم و ستم کی انتہا کی تھی، بیت اللہ کے سامنے موجود تھے، تب بھی آپ ﷺ نے انتقام کی بجائے رحمت و عفو کا مظاہرہ فرمایا۔ الرحیق المختوم میں مذکور ہے کہ جب آپ ﷺ فتح کے دن بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے ذریعے خانہ کعبہ کے اندر موجود بتوں کو توڑا مگر کسی شخص پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ پھر آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ "" جاؤ، تم سب آزاد کیے گئے ہو۔" یہ اعلان دراصل اس بات کا مظہر تھا کہ نبی ﷺ نے شعائرِ اللہ کی حرمت اور بیت اللہ کی تقدیس کو اس حد تک محفوظ رکھا کہ جن لوگوں نے خود ان حرمتوں کو پامال کیا تھا، ان پر بھی انتقام کی کوئی کاروائی نہ کی گئی۔ یہ دینِ اسلام کے عظیم اخلاقی ضابطے کی ایک تاریخی نظیر ہے — کہ حرم کی حرمت دشمنی، قومیت یا اقتدار سے بالاتر ہے۔

مزید برآں، الرحیق المختوم اور دیگر معتبر کتبِ سیرت میں یہ بھی زیر نظر لایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجازت نہ دی گئی کہ آپ ان حرمتوں کو پامال کریں جنہیں مشرکینِ مکہ اپنی دشمنی میں پامال کر چکے تھے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: **إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** : یقیناً اس شہر کو اللہ نے اس دن سے حرمت والا قرار دیا ہے جس دن آسمان و زمین پیدا کیے گئے، پس یہ قیامت تک اللہ کی حرمت سے حرمت والا رہے گا۔[6] یہ اعلان دراصل احترامِ شعائر اور ادبِ حرمین کا وہ دائمی اصول ہے جسے نبی ﷺ نے بحیثیتِ شارع اور بحیثیتِ قائد دونوں حیثیتوں سے قائم فرمایا۔ آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ حرم کی حرمت، شعائر اللہ کا تقدس، اور عبادت گاہوں کی عظمت کبھی بھی دشمنی، غصے یا سیاسی غلبے کی بنیاد پر پامال نہیں کی جا سکتی۔ سیرت طیبہ سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ شعائر اللہ کی تعظیم کا تعلق صرف عبادت کے رسمی پہلو سے نہیں بلکہ یہ اسلامی اخلاق، عدل، رواداری اور انسانی حرمت کے پورے نظام کی اساس ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی فتح، اپنی قوت، اور اپنے عدل کے ذریعے یہ واضح کر دیا کہ شعائرِ الٰہی کی حرمت کا احترام وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں تقویٰ القلوب اور شعورِ بندگی زندہ ہو۔

---

[6] مام مسلم، *الجامع الصحيح* (صحيح مسلم)، كتاب الحج، باب تحريم مكة وصيدها وشجرها، حديث: 1353، بيروت: دار إحياء التراث العربي۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

آیت کے بعض اہم الفاظ کی وضاحت

آیتِ مبارکہ کے اس حصے (**وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ**) (حرمت والے مہینے کی بے حرمتی نہ کرو) میں اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کے تقدس واحترام کی تاکید فرمائی ہے جنہیں اس نے خود حرمت والا قرار دیا۔ ان مہینوں میں جنگ، خونریزی، ظلم وزیادتی اور فساد فی الارض کو قطعی طور پر ممنوع ٹھہرایا گیا، کیونکہ یہ زمانے عبادت، امن وامان اور بیت اللہ کے طواف وزیارت کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں مشرکینِ مکہ اپنی نفسانی خواہشات اور قبائلی انتقام کے تحت ان مہینوں کی حرمت سے کھیلتے تھے، کبھی ان کی ترتیب بدل دیتے اور کبھی اپنی مرضی سے کسی دوسرے مہینے کو حرمت والا قرار دے دیتے تاکہ اپنی جنگی مہمات کو جاری رکھ سکیں۔ قرآنِ کریم نے اس باطل رسم کی صریحی تردید کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ حرمت والے مہینے اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، جن میں کسی قسم کی تبدیلی یا بے ادبی جائز نہیں۔ پس اس آیت میں دو اہم ہدایات دی گئیں: ایک یہ کہ ان مہینوں کی ترتیب میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے، اور دوسری یہ کہ ان کے احترام میں کسی قسم کی کمی، کوتاہی یا خلاف ورزی نہ کی جائے۔ اس طرح یہ حکم دراصل ایک ایسے دینی نظم واحترام کی بحالی ہے جسے جاہلی تعصبات نے بگاڑ دیا تھا، اور جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو عدل، امن اور عبادت کے ماحول میں لوٹنے کی دعوت دی۔

آیتِ مبارکہ کے الفاظ وَلَا الْهَدْيَ کی وضاحت بھی نہایت اہم ہے۔ یہاں "الہَدی " سے مراد وہ جانور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے گھر، یعنی بیت اللہ کی طرف قربانی کے ارادے سے ہانکے جاتے ہیں۔ یہ جانور دراصل عبادت اور قربانی کی نیت سے مخصوص کیے جاتے ہیں، تاکہ حج یا عمرہ کے موقع پر اللہ کے حضور نذر کیے جائیں۔ چونکہ یہ جانور اللہ کے لیے وقف ہوتے ہیں، اس لیے ان کو نقصان پہنچانا، روکنا، یا ان کی راہ میں رکاوٹ بننا صریحاً حرمتِ شعائر کے منافی ہے۔ دورِ جاہلیت میں مشرکین بھی قربانیاں پیش کرتے تھے، لیکن ان کا مقصد اللہ کی عبادت کے بجائے اپنے معبودانِ باطلہ کو خوش کرنا ہوتا تھا۔ قرآنِ کریم نے اس باطل رویے کی اصلاح فرمائی اور مؤمنین کو تاکید کی کہ قربانی صرف اور صرف اللہ کے نام پر ہو، کسی مخلوق یا مخلوق سے منسوب ہستی کے لیے نہیں۔ اس طرح اسلام نے قربانی کے اس عمل کو شرک کی آمیزش سے پاک کر کے خالص توحید پر مبنی ایک عبادت کی صورت میں قائم کیا، جو شعائرِ اللہ کے احترام اور اخلاصِ نیت کی بہترین علامت ہے۔

آیت مبارکہ میں وَلَا الْقَلَائِدَ سے مراد وہ ہار یا نشانی ہے جو قربانی کے جانور کے گلے میں اس لیے ڈالی جاتی تھی تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ جانور اللہ کے گھر کے لیے مخصوص ہے اور قربانی کی نیت سے وقف کیا گیا ہے۔ عرب معاشرے میں یہ رواج عام تھا کہ حج کے ایام میں جو جانور قربانی کے لیے روانہ کیے جاتے، ان کے گلے میں ایک خاص قسم کا ہار یا تہبند ڈال دیا جاتا۔ بعض اوقات بطورِ علامت اونٹ کی کوہان کو چیر کر اس پر خون ملا دیا جاتا تاکہ ہر شخص پہچان لے کہ یہ جانور اللہ کے لیے نذر ہے۔ اس نشانی کا مقصد یہ ہوتا کہ کوئی شخص ان جانوروں کو ایذا نہ دے، نہ انہیں لوٹے، اور نہ ان کے راستے میں رکاوٹ ڈالے۔ اس روایت کا احترام پورے عرب میں مسلم تھا، یہاں تک کہ راہزن اور قبیلوی دشمن بھی ان جانوروں کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ قرآنِ مجید نے اس قدیم عربی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اسے اسلامی اخلاق اور شعائرِ الٰہی کے دائرے میں شامل کیا، تاکہ قربانی کے جانوروں اور ان سے منسلک علامتوں کی حرمت وتقدیس برقرار رہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف عبادات کی روح کو محفوظ رکھا بلکہ ان کے ظاہری شعائر کو بھی احترام کے لائق قرار دیا، تاکہ معاشرے میں دینی شعور اور تقدس کا احساس قائم رہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ سے مراد بیت اللہ کا قصد کرنے والے لوگ ہیں مطلب کے انہیں روکا نہ جائے انہ انہیں نقصان پہنچایا جائے اور نہ ان سے کوئی زیادتی وا الا معملہ کیا جائے۔ بعض عرب قبائل ڈاکوں حجض کو لٹ لیا کرتے تھے اور اس کے لیے حرمت والے مہونوں کا پاس یالحاظ بھی نہ رکھتے تھے البتہ قبائل قریش کو اس حوالے سے تحفظ کی گارنٹی حاصل تھی باقی لووں کو اس معاملے میں استثناء حاصل نہ تھا اور وہ لٹیروں کے ہاٹھوں سے بمشکل ہی بچ نکلتے تھے۔ اور اسی طرح ہی یہ آیت یہ آیت فتح مکہ سے قبل کے حالات سے متعلق ہے۔ مشرکین مکہ میں سے بعض ایسے تھے جو حج یا عمرہ کے لیے آنا چاہتے تھے، مگر مسلمانوں کو ان پر شک ہوتا تھا۔ اس موقع پر قرآن نے عدل و اخلاق کا درس دیا کہ جب تک وہ اللہ کے گھر کے قصد سے آئیں، تم ان سے تعرض نہ کرو۔ عہدِ جاہلیت میں بعض عرب قبائل حج یا عمرہ کے قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ حرمت والے مہینوں کا بھی احترام نہیں کرتے تھے۔ البتہ قبیلہ قریش کو چونکہ حرم کے خادم ہونے کی حیثیت حاصل تھی، اس لیے انہیں امن و تحفظ کی ضمانت حاصل رہتی، مگر دوسرے قبائل کے حجاج اکثر راہزنوں اور لٹیروں کے ظلم کا نشانہ بنتے تھے۔ آیت مبارکہ کے یہ الفاظ فتح مکہ سے قبل کے حالات کے مناظر کو واضح کرتے ہیں، جب بعض مشرکین مکہ صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ یا حج کی نیت سے آنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کو ان پر بدگمانی تھی کہ شاید وہ دشمنی یا جاسوسی کے ارادے سے آرہے ہوں، مگر قرآن نے انہیں عدل، اخلاق اور شعائر کے احترام کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو تنبیہ کی کہ جب تک یہ لوگ بیت اللہ کے قصد سے آئیں اور جنگ یا شرارت کا ارادہ نہ رکھیں، تمہیں ان پر ہاتھ اٹھانے یا ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں۔

شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی کا تاریخی و فکری جائزہ

یہ بات واضح ہے کہ تاریخِ اسلام میں جب بھی شعائرِ دین جیسے نماز، روزہ، حج، اذان، حجاب، قرآنِ کریم، اور مقدس مقامات — کے احترام میں کمزوری پیدا ہوئی، تو اس کے اثرات محض مذہبی دائرے تک محدود نہیں رہے بلکہ سماجی و تہذیبی انحطاط کی صورت میں بھی ظاہر ہوئے۔ عباسی دور کے بعد سے مذہبی علامتوں کے ساتھ رسمی وابستگی تو برقرار رہی، مگر ان کے باطنی احترام اور فکری شعور میں کمی نے امت کو ایک ایسے دوراہے پر لا کھڑا کیا جہاں دینی اقدار کو محض روایت سمجھا جانے لگا۔ جدید دور میں یہ کوتاہی فکری ابہام اور مغربی فکری یلغار کے زیرِ اثر مزید بڑھ گئی، یہاں تک کہ بعض لوگ شعائرِ اسلام کا استہزاء اور تمسخر کرنے لگے، جس سے ایمان کی بنیادیں متزلزل ہوئیں۔ اگر ماضیِ قریب کے آئینے میں جھانکا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد ترکی میں شعائرِ اسلام کے ساتھ جو کھلواڑ کیا گیا، اس کی مثال شاید پوری مسلم تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ اس لحاظ سے بدترین دور تھا کہ دارالخلافہ کی سرزمین، جہاں سے کبھی خلافتِ اسلامیہ کا پرچم بلند ہوا کرتا تھا، وہی مقام شعائرِ اللہ کے خلاف بغاوت کا مرکز بن گیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے زیرِ اثر نافذ کی گئی سیکولر پالیسیوں نے دین کے ظاہری و باطنی شعائر دونوں کو نشانہ بنایا۔ حجاب پر پابندی، اذانِ عربی پر قدغن، قرآنِ مجید کی تلاوت اور عربی زبان کی تعلیم پر بندش، حتیٰ کہ مسجدوں کے میناروں کو خاموش کرنے تک کے اقدامات اس شیطانی مہم کا حصہ تھے، جس کا مقصد اسلامی شناخت کو مسخ کر دینا اور امت کو اس کے روحانی سرچشمے سے کاٹ دینا تھا۔ یہ دور اسلامی تاریخ کا وہ سیاہ باب ہے جس میں دینی شعائر کو مٹانے کی ایسی منظم کوشش کی گئی جس نے امتِ مسلمہ کو فکری و روحانی طور پر گہرے زخم دیے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مصطفیٰ کمال پاشا کے دورِ حکومت میں شعائرِ اسلام کے خلاف ایک اور نمایاں اور دل خراش واقعہ حجاب (پردہ) پر پابندی سے متعلق ہے۔ 1925ء کے بعد جب ترکی میں لائق نظام (Secular System) نافذ کیا گیا تو مذہبی علامتوں کو "ترقی کی راہ میں رکاوٹ" قرار دے کر ان کے خاتمے کی مہم چلائی گئی۔ خواتین کے حجاب کو "پسماندگی" کی علامت قرار دیتے ہوئے سرکاری دفاتر، عدالتوں، تعلیمی اداروں، حتیٰ کہ ہسپتالوں میں بھی حجاب پہننے پر پابندی عائد کر دی گئی۔[7] اس دوران متعدد باحیا مسلمان خواتین، جو اپنے حجاب کو ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئیں، انہیں ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا، تعلیمی اداروں میں داخلے سے محروم کر دیا گیا، اور سرکاری طور پر اُن کی تضحیک کی گئی۔ بعض شہروں میں پولیس اہلکار عورتوں کے سروں سے اسکارف کھینچ لیا کرتے تھے تاکہ "نئے ترکی" کی لادینی شناخت کو مظہر بنایا جا سکے۔ یہ اقدام شعائرِ اسلام کی نہ صرف توہین تھا بلکہ اس نے اسلامی تہذیب و وقار پر کاری ضرب لگائی۔ چنانچہ اس دور کے واقعات سے یہ عیاں ہونے لگا کہ یہود و نصاریٰ، جو خلافتِ عثمانیہ کے دور میں اپنی سازشوں کو مکمل طور پر نافذ نہ کر سکے تھے، اب خلافت کے خاتمے کے بعد اسلام اور اہلِ اسلام سے گویا انتقام لینا چاہتے تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کا دور اسی عالمی منصوبے کی ایک واضح شکل بن کر ابھرا، جس میں مغربی طاقتوں نے ترکی کو تجربہ گاہ بنا کر اسلامی شعائر کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان قوتوں نے ایسے اوچھے اور شیطانی ہتھکنڈے استعمال کیے جن کی اجازت ان کے اپنے مذاہب میں بھی نہیں ملتی۔ مگر چونکہ وہ اپنی الہامی کتابوں پر بھی حقیقی ایمان نہیں رکھتے، اس لیے ان کے لیے "جائز و ناجائز" کا کوئی اخلاقی تصور باقی نہ رہا۔ جیسا کہ قرآنِ کریم نے فرمایا" :**قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ** "[8]. اے نبی کریم آپ ان سے فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تمہارا دین ایمان کس کام کا جب تم نہ توراۃ پر عمل کرتے ہو اور نہ انجیل پر گویا تم کسی دین پر ہو ہی نہیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:**إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا**[9]) اے مسلمانوں اگر تمہیں کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو یہ انہیں سخت ناگوار گزرتی ہے گویا انہیں اس سے تکلیف ہوتی ہے اور اگر تم کسی آزمائش سے دوچار ہوتے ہو تو یہ بات انہیں خوش کرتی ہے۔ یہ وہ حالات تھے جو خلافت کے انہدام کے بعد ان کے طرزِ عمل میں پوری شدت کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ وہ مسلمانوں کے دینی شعائر اور اسلامی تشخص سے اس قدر نفرت کرنے لگے کہ مصطفیٰ کمال پاشا جیسے حکمرانوں کے ذریعے مساجد، اذان، عربی زبان، اور حجاب تک کو ممنوع قرار دیا گیا۔ یہ تمام اقدامات دراصل اسی دیرینہ حسد اور کینہ کی مظاہر تھے جس کا ذکر قرآن نے کیا کہ وہ اسلام کی روشنی دیکھ کر اپنے غیظ و غضب میں انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ اس طرح شعائرِ اللہ کی توہین اور ان کے ماننے والوں پر ظلم و ستم دراصل اُس بین الاقوامی فکری سازش کا حصہ تھا جس نے امتِ مسلمہ کو روحانی و تہذیبی طور پر کمزور کرنے کی بنیاد رکھی۔

جدید دور میں شعائرِ اللہ کے احترام کا بحران

[7] Niyazi Berkes, *The Development of Secularism in Turkey*, McGill University Press, 1964, pp. 480–482.

[8] المائدۃ: 68

[9] آل عمران: 120

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

جدید دور میں شعائرِ اللہ کے احترام کا بحران محض مذہبی غفلت کا مظہر نہیں بلکہ ایک گہرا فکری و تہذیبی انحراف ہے جس کی جڑیں مغربی استعمار کے فکری تسلط اور مسلم معاشروں میں پیدا ہونے والی فکری مرعوبیت سے پیوست ہیں۔ اس دور میں شعائرِ اسلام، جو کبھی امت کی اجتماعی شناخت اور روحانی مرکزیت کا محور تھے، رفتہ رفتہ معاشرتی مظاہر سے خارج ہونے لگے۔ مغربی افکار نے "دین کو نجی دائرہ" قرار دے کر اسلامی طرزِ زندگی کے اجتماعی پہلو کو پس پشت ڈال دیا، نتیجتاً شعائر جیسے اذان، نمازِ باجماعت، حجاب، داڑھی، اور دینی لباس کو مذہبی انتہا پسندی یا غیر عصری طرزِ عمل سے تعبیر کیا جانے لگا۔ یہی تصور بعد ازاں مسلم تعلیمی نظام اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عام ہوا، حتیٰ کہ اسلامی شعائر کی ظاہری نمود کو "سماجی غیر موزونیت" یا "ترقی کی راہ میں رکاوٹ" کہا جانے لگا۔ یہ بحران اس وقت مزید شدت اختیار کر گیا جب بعض مسلم ممالک نے مغربی ریاستی ماڈل کو عین دین سے بالاتر قرار دے کر لادینیت کو قومی تشخص کی بنیاد بنایا۔ اس کے نتیجے میں شعائرِ اسلام کے ساتھ جذباتی وابستگی تو کسی حد تک برقرار رہی مگر فکری و عملی احترام ماند پڑ گیا۔ بہت سے افراد دین کے اصولوں پر یقین تو رکھتے ہیں مگر ان کے مظاہر سے اجتناب کو "اعتدال" یا "جدید فہمِ دین" کا نام دیتے ہیں۔ اس طرح شعائر کا تقدس ذہنوں سے دھندلانے لگا، اور وہ علامات جن کے ذریعے اسلام کی اجتماعی موجودگی نمایاں ہوتی تھی، محض ظاہری رسوم یا شخصی رجحانات کے طور پر باقی رہ گئیں۔ یہ صورتِ حال دراصل اس فکری زوال کا تسلسل ہے جو خلافت کے انہدام کے بعد سے مسلم معاشروں میں گہرائی تک سرایت کر چکا ہے، اور جس نے ایمان کی اجتماعی روح کو کمزور کر کے امت کو فکری و تہذیبی انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔

جدید دور میں شعائر کے استہزاء کی تمثیلی صورتیں

جدید دور میں شعائرِ اسلام کے استہزاء نے اگرچہ اپنی صورتیں بدل لی ہیں، مگر اس کی حقیقت سابقہ ادوار کی طرح بدستور وہی ہے — یعنی دین کی علامتوں کو کم تر، فرسودہ یا مضحکہ خیز بنا کر پیش کرنا تاکہ ان کی معنوی حرمت ذہنوں سے محو کر دی جائے۔ اس تمسخر کی سب سے نمایاں اور خطرناک شکل میڈیا، اشتہار بازی، اور تفریحی صنعت کے ذریعے سامنے آئی ہے، جہاں اذان، داڑھی، حجاب، اور دینی لباس کو مزاحیہ کرداروں، دقیانوسی ذہنیت یا سماجی پسماندگی کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ مغربی فلمیں اور مقامی ڈرامے مل کر ایک ایسا بیانیہ تشکیل دیتے ہیں جس میں دین پر عمل کرنے والا شخص یا تو شدت پسند دکھایا جاتا ہے یا زمانے سے کٹا ہوا۔ اس طرزِ فکر نے رفتہ رفتہ مسلم معاشروں میں ایک نفسیاتی کمزوری پیدا کی، جس کے تحت خود مسلمان اپنی دینی شناخت کے مظاہر سے جھجکنے لگے۔

اسی طرح مذہبی الفاظ اور شعائر سے جڑے الفاظ کو طنز، سیاسی نعرے بازی یا تجارتی تشہیر کا حصہ بنا کر ان کی وقعت کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر "جہاد"، "شرعی"، "خلافت" یا "حجاب" جیسے الفاظ کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ خوف یا تضحیک کا تاثر دیں، نہ کہ روحانی تقدس کا۔ سوشل میڈیا نے بھی اس عمل کو ایک نئی جہت دی، جہاں مذہبی شخصیات، عبادات اور مقدس علامات پر تمسخر آمیز تبصرے عام ہیں، اور اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر شعائرِ اللہ کی اہانت کو رائے کا حق قرار دے دیا گیا ہے۔ ماضی قریب میں جو استہزاء کی صورتیں تھیں ان میں آج کے استہزائی رویوں روح وہی ہے جو ماضی بعید میں منکرینِ دین کے رویّوں میں ظاہر ہوتی تھی، یعنی اسلام کی مقدس علامتوں کو طنز و مزاح یا "جدید فہم" کے لبادے میں ہدف بنانا۔ آج یہ تمسخر فلموں، اشتہارات، ڈراموں اور سوشل میڈیا کی زبان میں منتقل ہو چکا ہے۔ اذان کو شور، داڑھی کو پسماندگی، حجاب کو جبر، اور مذہبی وابستگی کو شدت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دینی اصطلاحات جیسے جہاد، خلافت، شریعت وغیرہ کو بھی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

خوف یا طنز کے مفہوم میں پیش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات عبادات یا مذہبی شعائر پر مبنی مناظر کو تفریح یا مزاح کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل محض ثقافتی انحراف نہیں بلکہ ایک گہری فکری بیماری کی علامت ہے جو انسان کے دل سے تقدس کا احساس مٹا کر لادینیت کو معمول بنا رہی ہے۔ قرآنِ کریم نے ایسے ہی رویّوں پر شدید تنبیہ فرمائی": قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ " ترجمہ" :(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ، تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو۔[10] "جدید دنیا میں جب ان تمثیلی صورتوں کے ذریعے مذہب کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو یہ وہی باطنی انکار ہے جس کا ذکر قرآن نے اہلِ نفاق اور منکرینِ حق کے ضمن میں کیا تھا۔ یوں موجودہ دور میں شعائرِ اسلام کے استہزاء کی یہ متمدن و مہذب صورتیں در حقیقت اسی فکری الحاد کا تسلسل ہیں جس کا مقصد ایمان کے شعوری و جذباتی مظاہر کو مٹا کر ایک بے روح، لادین معاشرہ تشکیل دینا ہے۔

استہزاءِ شعائر کا قرآنی و نبوی تجزیہ

استہزاءِ شعائر کا قرآنی و نبوی تجزیہ اس حقیقت کو نہایت وضاحت کے ساتھ نمایاں کرتا ہے کہ دینِ اسلام میں شعائرِ اللہ کا احترام ایمان کی بنیادوں میں سے ہے، اور ان کی توہین یا تمسخر، ایمان کی حرارت کو سرد اور دلوں کی روشنی کو بجھا دینے والا جرم ہے۔ قرآنِ کریم نے اس طرزِ عمل کو صرف گستاخی نہیں بلکہ کھلے کفر اور نفاق کا مظہر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ** "(اے نبی ﷺ) کہہ دیجیے: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے؟ بہانے نہ بناؤ، تم ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔" اسی مضمون کو سورۃ الانعام میں مزید واضح فرمایا گیا:**وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ**[11]") تم پر کتاب میں یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ان کے ساتھ مت بیٹھو۔ قرآنِ حکیم نے متعدد مقامات پر ان اقوام کا انجام بھی بیان کیا جنہوں نے انبیاء اور شعائرِ الٰہی کا استہزاء کیا۔**وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ**" :"یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو جن لوگوں نے ان کا تمسخر کیا تھا، ان پر وہی عذاب آن پڑا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔" یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ شعائر یا انبیائے کرام کا استہزاء محض ایک وقتی گستاخی نہیں، بلکہ وہ گناہ ہے جو اللہ کی سنتِ انتقام کو حرکت میں لے آتا ہے۔ احادیثِ نبویہ میں بھی اس جرم کی شناعت کو نہایت سخت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اسْتِهْزَاءُ بِاللَّهِ وَبِآيَاتِهِ وَبِرُسُلِهِ**"ترجمہ" :بے شک سب سے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑانا ہے۔" ایک اور روایت میں فرمایا گیا: من قال لصاحبہ تعال أقامرک، فلیتصدق "یعنی "جو شخص اپنے بھائی سے کہے: آؤ میں تم سے جوا کھیلوں، اسے چاہیے کہ (اس قول کے کفارے میں) صدقہ دے۔" یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اسلام میں مذاق اور معمولی اشارہ بھی اگر حرام فعل سے متعلق ہو تو اسے سختی سے روکا گیا ہے، چہ جائیکہ اللہ کے دین اور اس کے شعائر کو تمسخر کا نشانہ بنایا جائے۔

---

[10] التوبہ: 65–66

[11] النساء: 140

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کے استہزاء کا یہ واقعہ سورۃ التوبہ (آیات 65-66) میں نہایت وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جب رسولِ اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو منافقین کی ایک جماعت راستے میں بیٹھ کر اہلِ ایمان اور بالخصوص قراء و مجاہدین کا تمسخر اڑانے لگی۔ وہ آپس میں کہنے لگے: "ہم نے ان اپنے قاریوں جیسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو زیادہ کھانے والے، زبان کے زور آور اور لڑائی میں بزدل ہوں۔" ان کے یہ الفاظ زبان سے نکلے تو فوراً وحی نازل ہوئی (**وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ، لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ**) اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی باتیں کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ آپ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑا رہے تھے؟ بہانے نہ بناؤ، تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔" یہ آیت اس واقعے کے ردِّ عمل میں نازل ہوئی جس میں واضح کیا گیا کہ شعائرِ دین یا اہلِ ایمان کا استہزاء محض ایک زبان کی لغزش نہیں بلکہ ایمان سلب کرنے والا جرم ہے۔ مفسرینِ کرام، مثلاً امام طبری، قرطبی اور ابن کثیر وغیرہ کے نزدیک ان منافقین میں بعض نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر پیش کیا مگر وحی کے فیصلے کے بعد کسی کے عذر کو قبول نہ کیا گیا۔ تفسیر ابن کثیر کے مطابق وہ شخص جس نے یہ جملہ کہا تھا، رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کی لگام تھامے رونے لگا اور کہنے لگا: "یا رسول اللہ! ہم تو یوں ہی باتیں کر رہے تھے، ہمیں معلوم نہ تھا کہ یہ کفر ہے۔" لیکن آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ وقعہ مثال بنا دیا گیا کہ استہزاءِ دین کا انجام ایمان کے زوال پر منتج ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس لحاظ سے دینی اصولی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اس نے ہمیشہ کے لیے یہ معیار طے کر دیا کہ اسلامی شعائر، قرآن، رسول یا اہلِ ایمان کا تمسخر دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کا تمسخر ہے، اور ایسا کرنے والا خواہ ظاہراً مسلمان ہی کیوں نہ ہو، ایمان سے خارج سمجھا جائے گا۔

شعائر کے احترام میں کوتاہی کے روحانیت و اجتماعیت پر اثرات

شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی محض ایک اخلاقی لغزش نہیں بلکہ ایک گہرا روحانی و اجتماعی بحران ہے جس کے اثرات فرد اور امت دونوں کی باطنیت پر مرتسم ہوتے ہیں۔ جب مسلمان دلوں میں ان مقدس علامتوں کی حرمت کم ہونے لگتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور بندگی کی علامت قرار دیا ہے، تو ایمان کی حرارت اور روحانی لطافت ماند پڑ جاتی ہے۔ ایسے معاشرے میں عبادتیں محض رسمی مظاہر بن جاتی ہیں، ذکر و دعا کے الفاظ زبان پر رہ جاتے ہیں مگر دل ان کے نور سے خالی ہو جاتے ہیں۔ روحانیت کے زاویے سے دیکھا جائے تو شعائر کی بے توقیری دراصل قساوتِ قلب، زوالِ خشوع اور ضعفِ یقین کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اجتماعی پہلو سے یہ کوتاہی مزید خطرناک ثابت ہوتی ہے، کیونکہ شعائرِ اسلام امت کے مابین وحدتِ فکر اور اشتراکِ ایمان کا مظہر ہیں۔ جب ان کا احترام کمزور پڑتا ہے تو امت کی فکری و قلبی یکجائی بھی منتشر ہو جاتی ہے، اور باہمی اعتماد، دینی غیرت اور ملی حمیت کمزور ہونے لگتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن معاشروں میں شعائر کی تحقیر یا تساہل عام ہوا، وہاں سے دینی روح رخصت ہو گئی اور اجتماعی زندگی میں دنیا پرستی، مفاد پرستی اور روحانی خلا نے جگہ لے لی۔ اس طرح شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی دراصل ایمان کے جوہر کو مضمحل کرنے اور امت کی اجتماعی روح کو منتشر کرنے کا پیش خیمہ بن جاتی ہے ایک ایسا زوال جو بظاہر نظر نہیں آتا مگر باطن کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ ایسے معاشرے جو شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کے زوال کی نوعیت محض ظاہری یا عسکری نہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور روحانی سطحوں پر گہری جڑیں رکھتی ہے۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب کسی قوم کے دلوں سے شعائرِ دین کی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حرمت مٹ جاتی ہے تو وہ قوم ایمانی کمزوری، فکری انحطاط اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں افرادِ امت کے باطن سے وہ ایمان افروز طاقت رخصت ہو جاتی ہے جو انہیں ظلم، باطل اور بیرونی تسلط کے خلاف متحد رکھتی ہے۔ نتیجتاً ایسا معاشرہ اندر سے کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے، اور بیرونی قوتوں کے لیے محض ایک آلہ کار بن جاتا ہے۔ ایسے افراد اپنی دینی غیرت اور عقیدے کی پختگی کھو دینے کے باعث دشمنانِ اسلام کے فکری و ثقافتی ایجنڈوں کو آگے بڑھاتے ہیں، یہاں تک کہ جاسوسی، فکری ارتداد اور نظریاتی غداری کو بھی اپنے مفاد کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے اس طرزِ عمل کو منافقت اور ایمان کے زوال سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾[12] یعنی "منافقوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو، جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔" یہ آیت اس اصول کو واضح کرتی ہے کہ جب ایمان کی بنیادیں کمزور ہو جائیں اور شعائرِ دین کی عظمت دلوں سے محو ہو جائے، تو قوم کے افراد اپنی شناخت کھو بیٹھتے ہیں۔ ان میں وفاداری کا معیار بدل جاتا ہے ایمان کی جگہ مفاد، اور دینی غیرت کی جگہ غلامانہ ذہنیت لے لیتی ہے۔ یہی کیفیت بالآخر اجتماعی بگاڑ، فکری انتشار، اور روحانی انحطاط کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ ایسے معاشرے اگرچہ بظاہر ترقی یافتہ نظر آئیں، مگر ان کی بنیادیں متزلزل ہو چکی ہوتی ہیں، اور یہی اندرونی زوال بالآخر ان کے خارجی انہدام کا باعث بن جاتا ہے۔

جدید فکری تحریکات اور "تقدس شکنی (De-sacralization)" کا رجحان

جدید فکری تحریکات میں "تقدّس شکنی (De-sacralization)" کا رجحان دراصل اس فکری بحران کی علامت ہے جو مغربی تہذیب کے زیرِ اثر مسلم دنیا میں بھی سرایت کر چکا ہے۔ یہ رجحان مذہب، وحی اور شعائرِ الٰہی کے اُس تقدّس کو چیلنج کرتا ہے جو صدیوں سے دینی شعور کا محور رہا ہے۔ جدیدیت (Modernism) اور مابعد جدیدیت (Postmodernism) کے اثرات نے انسانی عقل کو وحی پر فوقیت دی، جس کے نتیجے میں دینی مقدّسات کو محض تاریخی اور ثقافتی مظاہر کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ مختلف فکری تحریکات مثلاً سیکولرزم، لبرل ازم، فیمنزم، اور نیو ایتج تھیالوجی نے مذہب کو نجی دائرے تک محدود کر کے اس کے سماجی و روحانی اثر کو کم کرنے کی کوشش کی۔ مغرب میں اس رجحان نے مذہبی شعائر کے تمسخر اور ان کی علامتی بے قدری کی صورت اختیار کی، جب کہ مسلم معاشروں میں یہ رجحان روایتی دینی اتھارٹی، پردے، اذان، عربی زبان، اور دیگر اسلامی مظاہر کے "تجدیدی جائزے" کے نام پر ظاہر ہوا۔ اس تقدّس شکنی کے فکری ماخذ میں وہ نظریہ کارفرما ہے جو ماورائی حقائق کی نفی اور مادی شعور کی مطلقیت کو بنیاد بناتا ہے۔ نتیجتاً مذہبی شعور کی وہ جہت، جو انسان کو خالق سے جوڑتی تھی، کمزور ہو گئی، اور انسانی عقل، خواہش اور آزادی کو نیا "مقدّس" قرار دے دیا گیا۔ یہ رجحان درحقیقت روحانی بغاوت کی ایک صورت ہے جو انسان کو عبدیت سے نکال کر خود پرستی اور بے روح عقلانیت کی وادی میں لے جاتی ہے۔

سیکولرزم (Secularism) جدید دور کی سب سے نمایاں فکری تحریک ہے جو مذہب اور دنیاوی معاملات کی علیحدگی پر زور دیتی ہے۔ اس تحریک کی فکری بنیاد یورپ میں سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے دوران عصرِ تنویر (Age of Enlightenment) کے دور میں رکھی گئی، جب مفکرین نے کلیسا کی مذہبی بالادستی کے خلاف بغاوت کی۔ اس نظریے کو فروغ دینے والوں میں جان لاک (John Locke)،

[12] النساء: 138–139

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ولٹیئر (Voltaire)، اور آگست کومٹ (Auguste Comte) جیسے مفکرین شامل تھے جنہوں نے عقل، تجربے اور انسانی آزادی کو مذہبی اصولوں سے برتر قرار دیا۔ سیکولرزم کی ابتدائی شکل یورپ خصوصاً فرانس اور برطانیہ میں ابھری، اور بعد میں یہ تصور دنیا بھر میں پھیل گیا۔ آج یہ تحریک مغربی ممالک، اقوامِ متحدہ کے اداروں، بین الاقوامی این جی اوز، اور تعلیمی نظاموں کے ذریعے فعال طور پر کام کر رہی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد مذہب کو ریاستی، تعلیمی اور سماجی دائرے سے خارج کر کے ایک "غیر مذہبی" معاشرت قائم کرنا ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی دنیا میں شعارِ اللہ اور دینی اقدار کی حرمت مسلسل چیلنج کی جا رہی ہے۔[13]

لیگ آف ملیٹنٹ ایتھیسٹ (League of Militant Atheists) بیسویں صدی کی ایک معروف تنظیم تھی جو مذہب، خصوصاً اسلام اور عیسائیت، کے خلاف شدت پسندانہ نظریات کی ترویج کے لیے قائم کی گئی۔ اس کا قیام 1925ء میں سوویت یونین (Soviet Union) میں عمل میں آیا، جس کے بانیوں میں ایمین یاروسلاوسکی (Emelian Yaroslavsky) نمایاں شخصیت تھے۔ اس تنظیم کو کمیونسٹ پارٹی کی مکمل سرپرستی حاصل تھی، اور اس کا بنیادی مقصد مذہب کو عوامی زندگی سے مکمل طور پر ختم کرنا اور الحاد (Atheism) کو ریاستی نظریے کے طور پر نافذ کرنا تھا۔ لیگ کے زیرِ اہتمام ہزاروں مساجد، چرچ، اور مذہبی ادارے بند یا تباہ کیے گئے، قرآن اور دیگر مذہبی متون کو ضبط کیا گیا، اور مذہبی تعلیم پر مکمل پابندی عائد کی گئی۔ یہ تنظیم اپنے اخبارات، ریڈیو، اور تعلیمی مواد کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں "تقدس شکنی (De-sacralization)" کا بیج بونے میں سرگرم رہی۔ اگرچہ یہ تنظیم 1947ء میں رسمی طور پر ختم کر دی گئی، مگر اس کے افکار اور طریقِ کار آج بھی جدید لادینی تحریکات اور خالصتاً "سیکولر" تعلیمی نظاموں میں کسی نہ کسی شکل میں زندہ ہیں۔ انکلوسِو موسک اِنیشی ایٹو (Inclusive Mosque Initiative) ایک جدید فکری و سماجی تحریک ہے جو 2012ء میں برطانیہ میں قائم ہوئی۔ اس تحریک کی بنیاد انجُم انور (Anjum Anwar) اور تاج ہدایت (Taj Hidayat) سمیت چند فیمینسٹ اور لبرل مفکرین نے رکھی، جن کا مقصد ایک ایسا "عبادتی مرکز" قائم کرنا تھا جہاں مذہب کو جدید انسانی اقدار کے تابع کیا جائے۔ بظاہر اس کا مقصد "شمولیت (inclusivity)" اور "برابری" کے نام پر سب کو عبادت میں شریک کرنا ہے، مگر درحقیقت یہ تحریک شعائرِ اسلامی کی حرمت اور تقدس کو چیلنج کرتی ہے۔ اس کے اجتماعات میں مرد و خواتین کا مشترکہ نماز ادا کرنا، خواتین کی امامت، اور غیر مسلم یا ہم جنس پرست افراد کو مذہبی قیادت دینا جیسے اعمال عام ہیں، جو واضح طور پر اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ یہ تحریک برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے دیگر حصوں میں فعال ہے اور "مساوات" اور "سوشل جسٹس" کے عنوان سے مذہبی احکام کی از سرِ نو تعبیر کر کے تقدس شکنی (De-sacralization) کے رجحان کو فروغ دے رہی ہے۔[14]

شعار اللہ کے احترام میں عصر حاضر کے تقاضے

[13] Narratives of Disenchantment and Secularization: Critiquing Max Weber's Idea of Modernity (Robert A. Yelle & Lorenz Trein, Eds.) — Bloomsbury Academic, 2020.
[14] Inclusive Mosque Initiative. (2012). *About IMI*. London: Inclusive-Mosque-Initiative. Retrieved from https://inclusivemosque.org/about
Inclusive Mosque Initiative. (2012). *About IMI*. London: Inclusive-Mosque-Initiative. Retrieved from https://inclusivemosque.org/about

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

انکلوسِو موسک اِنیشی ایٹو (Inclusive Mosque Initiative) ایک جدید فکری و سماجی تحریک ہے جو 2012ء میں برطانیہ میں قائم ہوئی۔ اس تحریک کی بنیاد انجُم انور (Anjum Anwar) اور تاج ہدایت (Taj Hidayat) سمیت چند فیمینسٹ اور لبرل مفکرین نے رکھی، جن کا مقصد ایک ایسا "عبادتی مرکز" قائم کرنا تھا جہاں مذہب کو جدید انسانی اقدار کے تابع کیا جائے۔ بظاہر اس کا مقصد "شمولیت " (inclusivity)اور "برابری" کے نام پر سب کو عبادت میں شریک کرنا ہے، مگر درحقیقت یہ تحریک شعائرِ اسلامی کی حرمت اور تقدس کو چیلنج کرتی ہے۔ اس کے اجتماعات میں مرد و خواتین کا مشترکہ نماز ادا کرنا، خواتین کی امامت، اور غیر مسلم یا ہم جنس پرست افراد کو مذہبی قیادت دینا جیسے اعمال عام ہیں، جو واضح طور پر اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں۔ یہ تحریک برطانیہ، امریکہ اور یورپ کے دیگر حصوں میں فعال ہے اور "مساوات" اور "سوشل جسٹس" کے عنوان سے مذہبی احکام کی از سرِ نو تعبیر کر کے تقدس شکنی (De-sacralization) کے رجحان کو فروغ دے رہی ہے۔

احترامِ شعائرِ اسلامی کی تجدید کے لیے عصرِ حاضر میں ضروری عملی اقدامات

- **تعلیمی نصاب میں شعائرِ اسلام کی تعلیم کا احیاء:** اسکولوں، کالجوں اور جامعات کے نصاب میں شعائرِ اسلامی (نماز، اذان، حجاب، قرآن، قربانی، روزہ وغیرہ) کی علمی، تاریخی اور روحانی اہمیت کو باقاعدہ نصابی حصہ بنایا جائے۔
- **ذرائع ابلاغ (میڈیا) میں شعائر کا احترام:** الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر ایسے مواد کی ترویج کی جائے جو اسلامی شعائر کی عظمت کو اجاگر کرے اور ان کے استہزاء یا تحریف کو روکنے کے لیے اصولی ضابطے بنائے جائیں۔ مساجد کا روحانی و فکری مرکز کے طور پر کردار: مساجد کو صرف عبادت گاہ نہیں بلکہ دینی شعور، اخلاقی تربیت اور اجتماعی وحدت کے مراکز کے طور پر دوبارہ فعال کیا جائے۔
- **خاندانی سطح پر دینی ماحول کی تشکیل:** گھروں میں قرآن کی تلاوت، اذان کی آواز، اور اسلامی آداب کو معمول بنایا جائے تاکہ نئی نسل شعائر سے عملی طور پر جڑی رہے۔
- اسلامی تہواروں کا دینی و فکری رنگ بحال کرنا: عیدین، جمعہ اور دیگر دینی مواقع کو محض سماجی تقریبات کے بجائے ایمانی اور تربیتی جذبے کے ساتھ منایا جائے۔
- **اسلامی حجاب اور لباسِ عفت کی ترویج:** معاشرے میں حجاب اور اسلامی لباس کو مذہبی شعار کے طور پر متعارف کرایا جائے، اور اس کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا علمی جواب دیا جائے۔
- **علماء اور دانشوروں کا فکری کردار:** جدید فکری چیلنجز، لبرل ازم، سیکولرزم اور تقدس شکنی کے رجحانات کے مقابلے میں علمی و تحقیقی بنیادوں پر دفاعِ شعائر کی تحریک چلائی جائے۔
- **قانونی و سماجی سطح پر تحفظِ شعائر:** ایسے قوانین مرتب کیے جائیں جو شعائرِ اسلامی کی توہین یا استہزاء کرنے والوں کے خلاف قابلِ عمل سزائیں تجویز کریں۔
- **بین الاقوامی سطح پر شعائر کے تحفظ کی مہم:** مسلم ممالک مل کر ایک عالمی پلیٹ فارم قائم کریں جو اسلاموفوبیا اور شعائر کی توہین کے خلاف قانونی و سفارتی جدوجہد کرے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

- **نوجوان نسل کی فکری وروحانی تربیت:** جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اسلامی شعائر کی عقلی وروحانی بنیادوں سے روشناس کرایا جائے تاکہ وہ شعائر کے محافظ اور مبلغ بن سکیں۔

نتائج وسفارشات

اس تحقیقی مطالعے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ شعائرِ اللہ کے احترام میں کوتاہی محض انفرادی غفلت نہیں بلکہ ایک ایسی فکری وروحانی بیماری ہے جو امتِ مسلمہ کی اجتماعی وحدت، دینی شناخت اور ایمانی حرارت کو شدید متاثر کرتی ہے۔ تاریخِ اسلام سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ جب تک مسلمان شعائرِ دین مثلاً نماز، اذان، حجاب، قرآن، اور مساجد کو اپنی تہذیبی اساس کے طور پر عزیز رکھتے رہے، تب تک وہ نہ صرف باہمی طور پر متحد رہے بلکہ علمی، تمدنی اور سیاسی لحاظ سے بھی دنیا کی رہنمائی کرتے رہے۔ مگر جب ان شعائر کی عظمت کمزور پڑی تو ان کی فکری جڑیں بھی متزلزل ہو گئیں، اور نتیجتاً مغربی فکری یلغار، لادینیت اور تقدس شکنی کے رجحانات نے اسلامی معاشرت میں جگہ بنالی۔

اس پس منظر میں چند اہم سفارشات درج ذیل ہیں:

- دینی تعلیم وتربیت کے نظام کو از سرِ نو ترتیب دیا جائے تاکہ شعائرِ اسلامی کی معرفت اور ان کے تقدس کا احساس بچپن سے دلوں میں راسخ ہو۔
- میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر شعائرِ اسلام کی ترویج اور احترام کے فروغ کے لیے مثبت اور فکری مہمات چلائی جائیں۔
- حکومتی سطح پر قانون سازی کی جائے تاکہ شعائرِ اسلامی کی توہین، استہزاء یا تحریف کے خلاف مؤثر کارروائی ممکن ہو۔
- علماء، مفکرین اور جامعات کو چاہیے کہ جدید فکری تحریکات کے رد میں تحقیقی وعلمی کام کریں، تاکہ تقدس شکنی کے رجحان کا علمی محاکمہ ہو سکے۔
- خاندانی اور تعلیمی ماحول میں شعائر کی عملی پاسداری (نماز باجماعت، حجاب، تلاوتِ قرآن وغیرہ) کو معمول بنایا جائے۔
- بین الاقوامی سطح پر مسلم دنیا کو متحد ہو کر اسلاموفوبیا، مذہبی توہین اور شعائر دشمن مہمات کے خلاف سفارتی و قانونی جدوجہد کو مضبوط بنانا چاہیے۔
- نوجوان نسل کی فکری تربیت اور ایمان افروزی کے لیے ایسے ادارے اور نصاب وضع کیے جائیں جو جدید فکری چیلنجز کا علمی و دینی جواب فراہم کریں۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعائرِ اللہ کا احترام درحقیقت ایمان کا مظہر اور امت کی اجتماعی حیات کا ضامن ہے۔ اس کی تجدید صرف مذہبی فریضہ نہیں بلکہ تہذیبی بقا کی ضمانت بھی ہے۔ اور جب مسلمان دوبارہ شعائرِ الٰہی کے تقدس کو دل و عمل میں زندہ کر لیں گے تو ان کی فکری خودی، روحانی طاقت اور اجتماعی وحدت از سرِ نو بحال ہو جائے گی۔

مصادر ومراجع

ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 2000۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

القرآن الکریم، سورۃ الحج، مکتبہ دار القرآن، 1995۔

ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ، ریاض، 1999۔

القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ، مکتبہ دار القرآن، 1995۔

امام مسلم، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، 2002۔

Niyazi Berkes, *The Development of Secularism in Turkey*, McGill University Press, 1964-

Robert A. Yelle & Lorenz Trein (Eds.), *Narratives of Disenchantment and Secularization: Critiquing Max Weber's Idea of Modernity*, Bloomsbury Academic, 2020-

Inclusive Mosque Initiative, *About IMI*, Inclusive Mosque Initiative, London, 2012-